بسلسلہ

اربابِ علم و کمال

اور پیشۂ رزق حلال

قسط ۱۰

مولانا عبد القیوم حقانی

لوہاروں کے طبقہ سے تعلق رکھنے والے اربابِ فضل و کمال

علامہ عبد الکریم سمعانی سے ملاقات

ذی الحجہ ۱۴۰۸ھ کی تیسری تاریخ ہے۔ دار العلوم حقانیہ کے عید الاضحی کی تعطیلات کا اعلان کیا جا چکا ہے صبح سے تدریس اور اس سلسلہ میں متون و شروح کے مطالعہ نوٹس کی تیاری اور پھر کلاسوں کے لیکچرز کا اب چند روز کے لئے فکر نہیں رہا۔ علمی تفکہ، اخلاقی اور روحانی بالیدگی کے لئے مشہور عالم فقیہہ و امام اور صاحب دل بزرگ، قطب ربانی، عارف صمدانی علامہ عبد الوہاب شعرانیؒ کے افادات، اور فیوض و برکات سے استفادہ کے لئے "لطائف المنن والاخلاق فی وجوب التحدث بنعمۃ اللہ علی الاطلاق" کا مطالعہ شروع کیا۔ حسن اتفاق سے فیض علم کا سب سے پہلا جھونکا جس نے ہمیں بے حد متاثر کر دیا اور طبیعت میں نشاط و بہار، علم سے محبت و جذبہ عمل، رزق حلال کی ضرورت و احساس کو ابھارا وہ علامہ شعرانی کا یہ ارشاد تھا کہ :-

سیدی علی خواص فرمایا کرتے تھے کہ طلبۂ علوم دینیہ کے لئے، اور علم دین سے تعلق رکھنے والے علماء اور طلباء کے لئے میں چاہتا ہوں کہ کوئی حرفت اور صنعت بھی ضرور سیکھیں جس سے ان کو معاش حاصل ہو تاکہ وہ دنیا کے بدلے دین کو فروخت نہ کریں۔ اور لوگوں کے خیرات و صدقات کھانے سے عقل کا نور مٹ جاتا ہے جب کہ رزقِ حلال سے نورِ عقل میں اضافہ ہوتا ہے۔ اور یہ بھی ارشاد فرمایا کرتے کہ

طلبہ کے لئے یہ مناسب نہیں کہ اپنے نفس کو عمل سے فارغ رکھیں۔ اور یہ سمجھیں کہ پہلے علم حاصل کر لیں فارغ ہو کر عمل کی طرف متوجہ ہوں گے۔ یہ شیطانی وسوسہ ہے جس کے ذریعہ شیطان ان کو زوائد علوم میں جن کی حاجت دین میں شاذ و نادر واقع ہوتی ہے مشغول رکھتا ہے اور عمل کی توفیق نہیں ہوتی۔

سیدی علی الخواص کے نصائح اور علماء و طلبۂ علوم دینیہ کے لئے صنعت و حرفت کی ضرورت اور باقاعدہ کسی فن کے سیکھنے اور اپنے ہاتھ سے رزقِ حلال کے کمانے کی مبنی بر حقیقت پر خلوص نصیحت نے ہمیں پھر سے اپنے مہربان و محسن علامہ عبد الکریم سمعانیؒ کی یاد تازہ کرا دی ہے

سوارۂ بگذشتی و ما ہنوز از شوق
نہادہ روئے بخاکِ سُمِ سمندِ توایم

جہاں کے فیوض و برکات سے مسلسل ہمارے قارئین بھی بہرہ ور ہو رہے ہیں۔ خدا تعالیٰ عمل کی توفیق دے اگر اہل علم طبقہ، اپنے اسلاف کے ارشادات کو حرزِ جان بنا کر عمل کی ڈگر پر روانہ ہوں تو جہالت کافور ہو جائے۔ رواجات اور بدعات کا دنیا سے نشان مٹ جائے۔ علماء کی اصلاح، علماء کا کردار اور اہل علم کے نیک اعمال، اتحادِ امت اور فلاحِ ملت کی ضمانت ہیں۔ غالباً حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:۔

"میری امت کی دو جماعتیں ایسی ہیں کہ جب وہ درست ہوں گی تو سب آدمی درست ہوں گے اور جب وہ فاسد ہوں گی تو سب آدمی فاسد ہو جائیں گے۔ ایک جماعت ملوک و امراء، دوسری جماعت علماء۔

غالباً جامع العلم میں علامہ ابن عبدالبر نے حضرت قتادہؓ کا ارشاد نقل فرمایا ہے کہ

"علماء کی مثال ایسی ہے جیسے نمک، کہ جب کوئی چیز خراب ہونے لگے تو نمک اس کی اصلاح کر دیتا ہے لیکن اگر نمک خود ہی خراب ہو جائے تو اس کی اصلاح کسی چیز سے نہیں ہوتی۔"

علم و استفادہ اور مطالعہ اور کتب کی بے ضرر رفاقت نے دل و دماغ کو باغ و بہار بنا دیا۔ چشم تصور میں کئی ایک علمی حلقوں میں حاضری دی۔ نافع اور مخلص اکابر علماء امت کی تصوراتی زیارتیں ہوئیں۔ ملاقاتیں اور استفادہ ہوا ازدیادِ ایمان اور یقین کی پختگی میں اضافہ ہوا۔ تاریخ کے اوراق الٹے حملہ تاتار (۱۲۵۸ء) کی قیامت صغریٰ کا منظر نگاہوں کے سامنے آ گیا۔ ملت اسلامیہ پر کیسے قیامت گذری تھی اور اس سے کیا کیا نقصانات ہوئے۔ ایک ایک کر کے سامنے آتے گئے۔ طبیعت میں پژمردگی اور افسردگی کے آثار ثبت کرتے گئے۔ حملۂ تاتار سے مسلمانوں کا سیاسی اقتدار ختم ہو گیا۔ ان کی تہذیب و تمدن کا جنازہ نکل گیا۔ ان کے علماء قتل ہو گئے دار الکتب اور بڑی بڑی اسلامی لائبریریاں جلا دی گئیں۔ ذہنی جمود مسلط ہو گیا اور رفتہ رفتہ اسلام کا تصور بھی تبدیل کر دیا گیا۔ ابھی اسی خیال میں محو تھا کہ یکایک ورق الٹ گیا اور تاریخ کا ایک روشن باب سامنے تھا۔ یہ حملۂ تاتار کے ماقبل کا زمانہ تھا۔ فارابی۔ رازی۔ ابن رشد۔ الکندی۔ سینا۔ البیرونی۔ المسعودی۔ ابن الہیثم۔ ابن البیطار جیسے ہزار ارباب علم و فضل، علماء و حکماء تخلیق و تحقیق میں مصروف تھے۔ ابن رضوان اور الجزری گھڑیاں اور مشینیں بنا رہے تھے۔ الخازنی کشش ارض پر غور کر رہے تھے۔ شہاب الدین تفاشی لعل و زمرد کی اصلیت چمک اور افادیت پر لکھ رہا تھا۔ جابر بن حیان نے کیمیا پہ ایک سو کتابیں لکھیں۔ ابن مسبحہ، اسحاق موصلی، زلزل، ابن اسحاق الوراق اور الکرمانی جیسے ارباب علم و فن اپنے پسندیدہ فنون میں مگن اور ان کی تدوین میں مست تھے

ابو کامل ، الکرجی ، ابن فرحان ، خوارزمی ، ابو معشر بلخی ، البتانی اور عمر خیام فن ریاضی کی توسیع اور تخلیق و تحقیق میں دنیائے انسانیت کی امامت کر رہے تھے۔ دیکھا فقہا ہیں ۔ اطبا ہیں ۔ مورخین ۔ محدثین ،متکلمین اور مفسرین ہیں اور ان کی تعداد کا احصار مشکل ہے۔ کسی نے دو سو کتابیں لکھیں۔ کوئی چار سو کتابوں کا مصنف تھا۔ ان میں سے ایک ابن طولون دمشقی نے ساڑھے سات سو کتابیں لکھی تھیں۔ علمی و مطالعاتی اور روحانی و تصوراتی بہاروں کی اس دنیا میں طبیعت نشاط پر تھی ۔ مزاج میں اشتیاق تھا۔ ذوقِ طلب ہی ابھار تھا کہ اچانک علامہ عبدالکریم سمعانی کا عظیم تاریخی لازوال شاہکار " الانساب " سامنے کھل گئی۔

حضرت سمعانی کی محنت ، مطالعہ ، تحقیق ، تجسس ، وسعتِ نظر ، دور اندیشی جدتِ فکر کے نقوش ایک ایک کرکے اجاگر ہوتے گئے۔ کیسی کتاب لکھ گئے کتنا حسین نقش جمیل چھوڑ گئے ۔ ایک ایک سطر سے موصوف کی قوت عملی ، عزم ، ارادہ ، خوش انتظامی ، سلیقہ پسندی ۔ خوش فکری ۔ ذوق مطالعہ ۔ شوق تحقیق ، معیار تصنیف غرض حسن و جمال اور فضل و کمال کا شاید ہی کوئی پہلو ہو جو کتاب کی ایک ایک سطر سے جھلک نہ پڑتا ہو۔

سمعانی ، الانساب چھوڑ گئے کہ ایک کتب خانہ ، الانساب کو دیکھ دیکھ کر حیرت بڑھتی اور یہ یقین بنتا ہے کہ عمل پیہم اور یقین محکم سے کس طرح اہم اور بڑے بڑے کام انجام دیئے جا سکتے ہیں ۔ بے سروسامانی میں کیسے کیسے سازوسامان پیدا کیے جا سکتے ہیں ۔ اور اب تو یقین پک گیا ہے والحمد للہ علی ذالک اور اس میں زیادہ تر دخل علامہ سمعانی کی الانساب ہی کا ہے کہ ناداری کے عالم میں بھی وہ کام انجام دیئے جا سکتے ہیں جو بڑی دولت کے ذریعہ سے بھی نہیں کئے جا سکتے۔

کتاب الانساب کا ورق ۷ ۵ ا سامنے کھلا ہوا ہے ۔ شہ سرخی حدّاد ہے ۔ عربی کا لفظ ہے ۔ عربی میں لوہار کو حداد کہتے ہیں ۔ خود علامہ سمعانی بھی یہی لکھتے ہیں کہ

ھذا نسبۃ الی بیع الحدید و شرائہ وعملہ	حدّاد کی نسبت لوہے کی خرید و فروخت اور لوہے کا کام کرنے کی طرف ہے۔

اس لقب سے بھی اہلِ علم کی ایک بہت بڑی جماعت مشہور ہوئی کہ وہ خود یا ان کے اکابر ، اساتذہ یا آباؤ اجداد میں کوئی نہ کوئی لوہے کا کاروبار کیا کرتے تھے ۔ چاقو چھری ، درانتی اور تلوار بناتے ۔ یا خام مال کی تجارت کرتے اور اس کے ساتھ ساتھ علم کے ہتھوڑوں سے جہالت اور ظلمت و رواج اور باطل کا سر بھی کچلتے رہتے تھے ۔ ان لوہاروں نے علم دین حاصل کرکے فولاد کو اپنی قوتوں اور سخت جانیوں سے موم بنایا ہے ۔ تاریخ گواہ ہے اور علامہ سمعانی نے جو اہلِ علم لوہاروں کی طویل فہرست دی ہے اور ان کے سوانح و تذکرہ کے جو اجمالی اشارے دیئے ہیں اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کی بھٹیاں صرف لوہے کے گرمانے اور نرم کرنے کے کام نہیں آتی تھیں ، بلکہ ان

میں کام کرنے والے دین و دیانت، علم و فضل، محنت و مطالعہ، تصنیف و تالیف، تبلیغ و تدریس، خطابت و جہاد اصلاح معاشرہ اور اصلاح انقلاب امت کے نرم گرم حالات کو بھی درست کرتے تھے۔ انہوں نے اپنی قوت ارادی کو بروئے کار لاکر علم و دین اور تعلیم و تدریس اور اشاعت و تبلیغ میں ایسے کارہائے نمایاں انجام دئیے کہ لوگوں کے دلوں پر فرماں روائی شروع کردی۔ اور دنیا کے سامنے یہ نمونہ پیش کر دیا کہ تاج و تخت کے بغیر بھی اخلاص کی پاکیزگی، نیت کی طہارت اور عمل کی پختگی کے ساتھ فرماں روائی ہوسکتی ہے۔

امام سمعانی نے حسب سابق اب کے بار بھی کتابی ملاقات میں لوہاروں کے طبقہ سے تعلق رکھنے والے ارباب علم و فضل کی ایک طویل فہرست سنائی۔ سر فہرست امام ابوبکر محمد بن جعفر کتانی حداد شافعیؒ کا تذکرہ فرمایا۔ موصوف فقہ شافعیہ کے بہت بڑے جید عالم، امام اور فقیہ تھے۔ مصر کے قاضی تھے فقہ شافعیہ کے فروعات تک پر انہیں ماہرانہ عبور حاصل تھا۔ ۳۴۴ھ میں انتقال ہوا۔ موصوف حداد تھے۔ خدمت علم کے ساتھ ساتھ کسب معاش کے لئے لوہاروں کا پیشہ اختیار کیا ہوا تھا۔ غیر کے احتیاج پر اپنے ہاتھوں کی کمائی کو ترجیح دیتے تھے۔ موصوف نے اپنی روزمرہ کی زندگی میں، اور عام معمول اور معاشرتی بود و باش میں فقیری میں امیری، بے سروسامانی میں میر سامانی اور تنگ دستی میں کشادہ دستی کی لازوال مثالیں قائم فرمائیں۔ ان کا کاروبار لوہاروں کا تھا۔ سادگی و تواضع اور غربت و افلاس دونوں ان کے رفیق تھے۔ مگر اس سادگی میں بھی ان کی عزیمت کی پرکاری نظر آتی تھی۔ وہ اپنے اساتذہ اور اسلاف کی طرح اپنی وضعداری کے لئے ہر جگہ عزت کی نگاہ سے دیکھے جاتے تھے۔ ان کے علمی و مطالعاتی اور فقہی کمالات اور مآثر سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ بھی علمی مباحث اور استنباط و استخراج مسائل میں اپنے معاصروں اور دوستوں سے اختلاف کیا کرتے مگر اس میں بھی ان کی مروت و شرافت اور حسن اخلاق کے موتی جھلملاتے رہتے۔

تلامذہ کو تنبیہ و انذار کرتے بعض اوقات ڈانٹتے بھی۔ تو ان کی ڈانٹ میں اخلاص ہوتا اور ان کے غصہ و پھٹکار میں بھی کریم النفسی چھپی رہتی۔ حدادی کا کام کرکے رزق حلال کماتے تو اپنے ہاتھ کی کمائی سے خوش ذائقہ کھانا پکواتے اور جیسے بہت ہی خوش سلیقگی کے ساتھ خود بھی کھاتے اور طلبہ کو بھی کھلاتے۔ تدریس ہوتی یا تقریر یا عام نجی مجالس اپنے بذلہ سنجیوں کے پھولوں کو سامعین پر بے تکلفی سے نچھاور کرتے رہتے جس میں وہ علم و ایمان کے ثمار کی نکہت بیزی محسوس کرتے۔

اس کے بعد امام سمعانیؒ نے حسن یعقوب بن یوسف صوفی حداد کا تذکرہ فرمایا۔ موصوف نیشاپور کے رہنے والے تھے۔ صوفی، زاہد، متقی، پرہیزگار اور علم دوست انسان تھے۔ سلوک و طریقت کے طلبہ کی اصلاح و تربیت کے لئے مستقل خانقاہ قائم فرمائی تھی۔ طالبان سلوک اور مخلصین طریقت کے ہر وقت ٹھٹھ کے ٹھٹھ لگے رہتے تھے اور ان کے وسیع دستر خوان پر ہمیشہ زاہدوں اور صوفیوں کا مجمع لگا رہتا تھا۔ خدمت دین اور اصلاح و تربیت میں ہمہ وقتی

مشغولیت کے باوجود سرمایہ داروں۔ نوابوں۔ جاگیر داروں اور دنیا داروں کی طرف کبھی بھی للچائی نظر سے نہیں دیکھا۔ استغنا اور بے نیازی ان کی زندگی کا سب سے بڑا سرمایہ اور متاع عزیز تھی۔ حدادی کا کام کیا اور اس میں ایسے نئے نئے طریقے اور وسعتیں پیدا کیں کہ طالبانِ طریقت اور عاشقانہ علوم نبوت کے لئے ان کا دسترخوان ہمیشہ کھلا اور معمور رہتا تھا۔ تدین اور علم و تقویٰ کی ایسی مثالیں تاریخ میں کم ملتی ہیں۔ رجب ۳۳۶ھ میں وفات پائی۔

ابھی حسن حداد کا تذکرہ جاری تھا ان کے کارہائے نمایاں اور کرامات و مقامات کی بات ہو رہی تھی کہ نظر ابو حفص حداد پر پڑ گئی۔ علامہ سمعانیؒ نے ان کا بھی بڑی فراخ دلی، کشادہ روئی سے تعارف کرایا۔ ابو حفص حداد بھی نیشاپور کے رہنے والے تھے۔ وہاں کے اکابر اور مشاہیر صوفیائے کرام سے ہیں۔ علم و تقویٰ میں مرجع خاص و عام تھے۔ طلبہ کا ہجوم رہتا تھا۔ طالبانِ طریقت اپنے باطن کی صفائی یہاں سے پاتے تھے۔

خراسان کے بعد والے چند اکابر اور جبال علم میں ان کا نام سرفہرست تاریخ نے محفوظ کر لیا ہے۔ ان کی تاریخ وفات میں اختلاف ہے۔ ۲۵۴ھ یا ۲۷۰ھ میں وفات پائی۔ اور تدفین نیشاپور میں ہوئی۔

حدادوں کا تذکرہ تھا۔ علماء اور فضلاء جو حدادی کی نسبت سے مشہور تھے۔ علامہ سمعانی ایک ایک کر کے متعارف کر رہے تھے نہ ان کو سیری ہوتی تھی اور نہ ہم طلبہ کی تشنگی بجھتی تھی ؎

عشق آمد و شد رساری چوں بو گلاب اندر
او در من و من در وے سرایت زاسرارم

اس لئے چوتھے نمبر پہ علامہ ابو المقدام ثابت حداد کا تذکرہ چھڑ گیا۔ حضرت سمعانیؒ نے بتایا کہ موصوف جیّد عالم، فاضل اور تبع تابعین سے تھے۔ انؒ کے اساتذہ میں سعید بن مسیبؒ، زید بن وہبؒ اور سعید بن جبیرؒ جیسے جبال علم کا نام آتا تھا۔ ابو المقدامؒ نے بڑے ادب و احترام، پوری طلب اور تڑپ اور اخلاص اور دلسوزی کے ساتھ تحصیل علم کی تکمیل کی۔ جن علماء تابعین سے حدیث پڑھی۔ زندگی بھر ان کے احترام و اکرام کو ہر چیز پر ترجیح دی۔ ان کی ذات و شخصیت تو اپنی جگہ، جب اساتذہ کا ذکر کرتے یا ان کا نام آتا تو ایسا معلوم ہوتا گویا ابو المقدام ان کے نام کی عظمتوں پر نچھاور ہو رہے ہیں۔

اسی ادب و احترام اور کمال محبت و اطاعت کی برکتیں تھیں کہ ابو المقدام کی درسگاہ علم و فیض کو چہار دانگ عالم میں شہرت حاصل ہوئی۔ آپ مرجع الخلائق بننا پڑا۔ آپ سے خدا نے علم حدیث کی تدریس و اشاعت کا کام لیا۔ عمر بن ثابت آپ کے بیٹے ہیں۔ آپ کے شاگرد بھی۔ اور آپ کے جانشین بھی۔ حضرت حکمؒ اور حضرت سفیان ثوریؒ جیسے اکابر اور ارباب علم و فضلؒ آپ کے سامنے زانوئے تلمذ تہہ کرنے پر فخر محسوس کیا اور آپ کی درسگاہ سے فیض علم حاصل کرتے رہے۔

ابوبکر احمد سندیؒ حداد کا نام آیا تو علامہ سمعانیؒ کا قلم جھومنے لگا۔ ہمیں بھی مسرت تھی اور خوشیوں کی انتہا نہ رہی جب یہ معلوم ہوا کہ ابوبکر احمد حداد ہمارے پاکستان کے علاقہ سندھ کے رہنے والے تھے۔ تحصیل و تکمیل علم سے فارغ ہوئے تو بغداد میں مستقل سکونت اختیار کر لی۔ بہت بڑے محدث، صاحب طریقت اور با خدا بزرگ تھے۔ ظاہر و باطن میں یک رنگی تھی۔ فریابیؒ اور محمد بن عباسؒ مجذوب سے علم حدیث کی تکمیل کی۔ پھر بعد میں ساری زندگی خدمت حدیث کے لئے وقف کر دی۔ حضرت امام احمد بن حنبلؒ کو بھی آپ کو نسبت علم پر فخر تھا۔

بہر حال مجھے تو ایک ایک نام کے ساتھ وجد آتا رہا۔ حیرت و استعجاب کی انتہا نہ رہی کہ ہمارے اسلاف نے حفاظت علم دین میں کس قدر تعب، محنت مشقت برداشت کی۔ شبانہ روز مزدوری اور حدادی سے رزق حلال بقدر قوت لایموت کمایا پھر اسے خود بھی کھایا اور دوسروں کو بھی کشادہ جبینی سے کھلایا۔

دراصل اس کی وجہ یہ تھی کہ طالب علمی میں ابتدائے روز سے مخلص تھے۔ انہوں نے حصول سند تحصیل منصب یا قضاء و افشار کے لئے یا بڑا بننے اور لوگوں کو اپنی بڑائی منوانے کے لئے طالب علمی کی راہ نہیں اختیار کی تھی۔ بلکہ وہ اول روز سے اپنے خالق کی رضا چاہتے تھے۔ اور دم واپسیں تک اس مقصد کے حصول میں مگن رہے اور واقعہ بھی یہی ہے کہ بغیر علم دین و تعلیم شارع کے اخلاص کے ساتھ تحصیل کے ایسے راستے کا معلوم کر لینا کہ جس سے اپنے خالق کی رضا حاصل کی جائے۔ یا وطن اصلی اور مقصد تخلیق آدم تک پہنچا جائے ناممکن ہے بغیر علم کے انسان مردہ ہے اور بغیر عمل کے علم اتمام حجت ہے۔ ولنعم ما قیل ؎

وفی الجہل قبل الموت موت لاهله   فاجسامهم قبل القبور قبور

وان امرأ لم یحی بالعلم میت   ولیس له حتی النشور نشور

جہالت میں موت سے پہلے بھی موت ہے اور جہلا کے اجسام قبروں سے قبل قبریں ہیں۔ اگر کوئی انسان علم سے زندہ نہ ہو تو وہ مردہ ہے اور قیامت کے اٹھنے تک اس کے لئے کوئی زندگی نہیں۔

بقیہ ص ۲۵

removing the change of religion as a ground of matrimonial reliefs and putting restriction on the spouse who changes religion to contract another marriage so long as his first marriage subsists.: 36